امیر اہلحدیث کے چیلنجِ مباہلہ کا جواب

از

سیدنا حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ۔ ھُوَ النَّاصِرُ

امیر اہلحدیث کے چیلنجِ مباہلہ کا جواب

سید محمد شریف صاحب ساکن گھریالہ ضلع لاہور نے جو اپنے آپ کو امیر جماعت اہلحدیث لکھتے ہیں' ایک چیلنج مباہلہ کا شائع کیا ہے جسے انجمن اہلحدیث بٹالہ اور ناظم جماعت مرکزیہ امرتسر نے میرے نام بھی ارسال کیا ہے۔ اس چیلنج کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ وفاتِ مسیح پر اور بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے دعاوی پر کافی مباحثات ہو چکے ہیں اس لئے بموجب حکم قرآن اب جماعت احمدیہ کے امام کو ان سے مباہلہ کرنا چاہئے۔ مقامِ مباہلہ امرتسر کی عید گاہ اور تاریخ مباہلہ ۱۲۔ جولائی انہوں نے قرار دی ہے۔ نتیجہ کی معیاد ایک سال تجویز کی ہے۔ اور شرط کی ہے کہ نتیجہ مباہلہ خرقِ عادت اور انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہونا چاہئے۔

قطع نظر اس کے کہ مجھے اس اشتہار کی بعض باتوں سے اختلاف ہے میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس اشتہار کا لہجہ ان تمام اشتہارات سے اعلیٰ ہے جو اس وقت تک جماعت احمدیہ کو دعوت مباہلہ دینے والوں کی طرف سے شائع ہو چکے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اس اشتہار کی عبارت کو داعیٔ مباہلہ کے دل کا آئینہ قرار دیا جائے تو مجھے امید کرنی چاہئے کہ آخر ایک مباہلہ احمدیوں اور غیر احمدیوں میں مطابق احکام قرآنی قرار پا سکے گا۔

میں سید محمد شریف صاحب سے اس امر میں متفق ہوں کہ امورِ مُہِمّہ دینیہ میں مباہلہ جائز ہے۔ اور یہ کہ میعاد مباہلہ ایک سال ہونی چاہئے اور یہ بھی کہ دونوں مباہلہ کرنے والے فریقوں میں سے تبھی کسی فریق کو جیتا ہوا قرار دیا جا سکتا ہے جب کہ نتیجہ مباہلہ اس کے مخالف کے حق میں خارق عادت ☆ طور پر ظاہر ہو اور اشتباہ کو دور کرنے کیلئے میں اس شرط کو بھی

☆ خارق عادت سے مراد قرآنی خارق عادت ہے جیسے موت' کوئی ذلّت والی بیماری یا حقیقی رُسوائی وغیرہ نہ کہ لوگوں کا اپنا بنایا ہوا۔

معقول سمجھتا ہوں کہ نتیجہ مباہلہ انسانی ہاتھوں سے بالا ہو۔ لیکن مجھے ان کی دو باتوں سے اختلاف ہے۔ ایک تو یہ کہ انہوں نے خود ہی تاریخ مقرر کر دی ہے اور دوسرے یہ کہ مقامِ مباہلہ بھی خود ہی مقرر کر دیا ہے حالانکہ ہو سکتا ہے کہ دوسرے فریق کے لئے یہ تاریخ مناسب نہ ہو اور یہ مقام کسی وجہ سے موزوں نہ خیال کیا جائے۔ پس ان دو باتوں کے متعلق میں چاہتا ہوں کہ وہ دو آدمی اپنی طرف سے مقرر کر دیں اور دو آدمی میری طرف سے ہو جائیں وہ چاروں مل کر تین اور مسلّمہ فریقین آدمیوں کی موجودگی میں مقامِ مباہلہ اور تاریخ مباہلہ مقرر کریں تاکہ کسی فریق کو بلاوجہ تکلیف نہ ہو۔ تین آدمیوں کی موجودگی کی شرط میں نے اس لئے لگائی ہے تاکہ اگر کسی امر میں اختلاف ہو تو وہ گواہی دے سکیں۔

اس کے علاوہ میں یہ بات بھی کہنا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم سے مباہلہ کے متعلق دو امور خاص طور پر نمایاں نظر آتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ مباہلہ سے پہلے حجت کا پورا ہونا ضروری ہے اس لئے یہ ضروری ہو گا کہ مباہلہ سے پہلے فریقین ایک دوسرے کے سامنے اپنے دعویٰ کے دلائل بیان کریں اور دوسرے کی غلطی کو ثابت کریں تاکہ ہر فریق یہ کہہ سکے کہ اس نے حُجّت پوری کرنے کے بعد مباہلہ کیا ہے اور حکم قرآنی پورا ہوا رسول کریم ﷺ نے بھی حُجّت اس کا نام نہیں رکھا تھا کہ پندرہ سولہ سال سے قرآن کریم شائع ہو رہا ہے اور مباحثات ہو رہے ہیں بلکہ مباہلہ سے پہلے مباہلہ کے **مخاطبین** سے گفتگو فرمائی تھی۔ پس ضروری ہو گا کہ مباہلہ کرنے والے فریق مباہلہ سے چار گھنٹے پہلے مقرر کردہ مقام پر جمع ہو جائیں اور دو گھنٹہ مَیں تقریر کروں اور دو گھنٹہ سید محمد شریف صاحب تقریر کریں۔ اس کے بعد اگر فریقین مباہلہ پر مُصِرّ ہوں تو مباہلہ کریں ورنہ نہیں۔ یہ شرط نہیں کہ ضرور ہر فریق دو گھنٹے بولے اگر کوئی فریق اس سے کم بولنا چاہے تو ایسا کر سکتا ہے۔ اس سے زائد وقت کوئی فریق نہ لے۔

دوسری زیادتی میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ اس مباہلہ میں صرف میں اور سید محمد شریف صاحب نہ ہوں بلکہ دونوں کے مبائعین میں سے ہزار ہزار آدمی اور شامل ہوں جن کی فہرست اور ان کے پتے ہر فریق دوسرے کو پہلے سے مہیا کر دے۔ اگر اس تعداد کو سید محمد شریف صاحب زیادہ سمجھیں تو اس میں کسی قدر کمی کی جا سکتی ہے۔ مثلاً کم سے کم پانچ سَو آدمی کی شرط کی جا سکتی ہے۔ گو بوجہ اس کے کہ اہلحدیث کی تعداد ہم سے بہت ہی زیادہ ہے ایک ہزار آدمی کا اپنے ساتھ لانا ان کے لئے مشکل نہیں لیکن میں خواہ مخواہ روک بھی ڈالنا نہیں چاہتا اگر وہ

چاہیں تو اقلّ تعداد جس کا لانا ضروری ہو مقرر کی جا سکتی ہے۔ مباہلہ حسب ان کی تحریر کے وفات مسیح ناصری اور بانی سلسلہ احمدیہ کے دعویٰ مسیحیت کے متعلق ہو گا اور نتیجہ مباہلہ وہی ہو گا جو منطوقِ قرآنی سے ظاہر ہے۔

باقی داخلہ وغیرہ کی شرائط اور مباہلہ کے وقت کی دعا اور اس کا طریق اور اس کا وقت اور اس طرح دیگر ضروری تفصیلات کا مذکورہ بالا نمائندے آپس میں فیصلہ کر سکتے ہیں۔ امید ہے کہ سید محمد شریف صاحب کو میری اوپر کی تجاویز پر کوئی اعتراض نہ ہو گا اور وہ جلد سے جلد اپنے دو نمائندے مقرر کر کے مجھے اطلاع دیں گے۔ میری طرف سے مولوی فضل الدین صاحب وکیل اور مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نمائندے ہوں گے۔

والسلام

خاکسار

میرزا محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی قادیان

۶۔ جولائی ۱۹۳۱ء

(الفضل ۹۔ جولائی ۱۹۳۱ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ھُوَالنَّاصِرُ

سید محمد شریف صاحب امیر جماعت اہلحدیث کے اشتہار مباہلہ کا جواب

میرے اس اشتہار کے جواب میں جو سید محمد شریف صاحب امیر جماعت اہلحدیث کے چیلنج مباہلہ کے متعلق پچھلے دنوں مَیں نے شائع کیا تھا سید صاحب موصوف کی طرف سے ایک دوسرا اشتہار شائع ہوا ہے۔ اس اشتہار میں انہوں نے اول تو یہ سوال اٹھایا ہے کہ مباہلہ سے پہلے کسی تقریر کی ضرورت نہیں کیونکہ ہر دو فریق ایک دوسرے پر کافی حد تک اتمامِ حُجت کر چکے ہیں پس بغیر تقریروں کے مباہلہ کے میدان میں آجانا چاہئے۔

مجھے سید صاحب موصوف کے اس بیان پر تعجب ہے۔ ہم لوگ اس بات کو نہیں بھول سکتے کہ نجران کے مسیحیوں کو مباہلہ کا چیلنج حضرت رسول ﷺ نے اپنی مبارک زندگی کے آخری ایام میں دیا تھا۔ اس سے پہلے بیس سال سے زائد عرصہ تک قرآن کریم آپ پر نازل ہوتا اور شائع ہوتا رہا۔ خود علاقہ یمن میں جس سے یہ مسیحی لوگ آئے تھے اسلام کی اشاعت کافی طور پر ہو چکی ہوئی تھی۔ پس باوجود ایک لمبا عرصہ عقلی و نقلی دلائل پیش کرنے کے اور باوجود زبردست نشانات کے متواتر ظاہر ہونے کے پھر بھی آنحضرت ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کو فوراً ہی مباہلہ کی دعوت نہیں دی تھی بلکہ بڑی لمبی بحث کے بعد انہیں مباہلہ کیلئے بلایا تھا۔ حتیٰ کہ اس شدت بحث کی وجہ سے بقول عبداللہ بن الحراث بن جزر الزبیدی آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَیْتَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اَھْلِ نَجْرَانَ حِجَابًا[1] کاش میرے اور اہل نجران کے

درمیان ایک پردہ ہوتا۔ یعنی انہوں نے بحث کو اس کی حدود سے بھی آگے گزار دیا تھا اور کج بحثی پر اتر آئے تھے۔ کیا بیس سالہ نزول و اشاعتِ قرآن کریم کے بعد کافی نہ تھا کہ آپ اس بحث میں نہ پڑتے اور فوراً مباہلہ کا چیلنج دے دیتے؟

اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع ہے اور وہ چاہتا ہے کہ آخری وقت تک فریق مخالف پر حُجّت تمام کی جائے اور مباہلہ کے وقت تک اسے موقع دیا جائے کہ وہ دلائلِ رحمت کو مان لے اور دلائلِ عقلیہ کا طالب نہ ہو۔ پس یہ مسنون طریق کسی صورت سے چھوڑا نہیں جا سکتا۔ اگر سید محمد شریف صاحب اپنی طرف سے حُجّت کو تمام شدہ سمجھتے ہیں تو میری طرف سے ان کو اجازت ہے کہ وہ تقریر نہ کریں۔ میں اپنے عقیدے کی رو سے مجبور ہوں کہ مباہلہ سے پہلے اپنے عقائد اور دلائل بیان کر دوں تاکہ اس وقت بھی اگر کوئی شخص مباہلہ سے ہٹنا چاہے تو ہٹ جائے اور مباہلہ سے بچ جائے۔

دوسری بات انہوں نے یہ لکھی ہے کہ میں ایک ہزار آدمی سے بھی زیادہ مباہلہ کے لئے اپنے ہمراہ لا سکتا ہوں لیکن چونکہ آیت قرآنیہ **فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَاَبْنَآءَ كُمْ وَنِسَآءَ نَا وَنِسَآءَ كُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ**[2] سے ثابت ہے کہ دوسرے لوگ ساتھ نہ تھے، اس لئے میں قرآنی مباہلہ تبدیل نہیں کر سکتا۔ سید صاحب موصوف یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ کسی صاحب علم سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ باوجود ایک لاکھ صحابہ کی موجودگی کے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابی کو بھی ساتھ نہیں لیا تھا۔ مجھے تعجب ہے کہ باوجود آیت قرآنیہ کے نقل کر دینے کے پھر بھی سید صاحب موصوف کا خیال ہے کہ مباہلہ میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اور کوئی شخص نہ تھا۔ سید صاحب نے اپنے پہلے اشتہار میں اس آیت کا ترجمہ خود ہی یوں کیا ہے:۔

"ہم اپنی جانوں کو بُلائیں تم اپنی جانوں کو بُلاؤ"

میں پوچھتا ہوں کہ "ہم" اور "تم" کون ہیں۔ جن کی ایک ایک سے زیادہ جانیں ہیں؟ بیٹوں، بیٹیوں اور بیویوں کا ذکر تو پہلے آ چکا تھا۔ اب یہ **اَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ** سے مراد کون لوگ ہیں؟ جب وہ خود اپنے ترجمہ میں اس بات کو تسلیم کر چکے ہیں کہ ایک جماعت دوسری جماعت سے مباہلہ کرتی ہے تو اب وہ کس طرح اس بات کا انکار کر سکتے ہیں؟ ہر شخص جو عربی زبان سے ذرہ بھی مَسّ رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ اس آیت میں جماعت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ

علامہ ابو حیان اپنی تفسیر "بحر محیط" میں تحریر فرماتے ہیں۔ **قَالَ قَوْمٌ اَلْمُبَاهَلَةُ كَانَتْ عَلَيْهِ وَعَلَى الْمُسْلِمِيْنَ بِدَلِيْلِ ظَاهِرِ قَوْلِهٖ نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَاَبْنَآءَ كُمْ** [۳] پس عربی زبان کے محاورے کے مطابق آیتِ مباہلہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ایک جماعت کا مباہلہ دوسری جماعت سے ہو۔

آپ یہ نہیں فرماسکتے کہ جمع کے الفاظ بیٹوں اور بیٹیوں کی شمولیت کی وجہ سے ہیں۔ یا یہ کہ دوسرے فریق کی شمولیت کی بناء پر ہیں کیونکہ **اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ** سے پہلے بیٹے بیٹیوں کا ذکر ہو چکا ہے اس لئے وہ ان الفاظ میں شامل نہیں۔ اور دوسرا فریق بھی **اَنْفُسَنَا** میں شامل نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا ذکر **اَنْفُسَكُمْ** میں علیحدہ کیا گیا ہے۔

سید صاحب موصوف کو یاد رکھنا چاہئے کہ تمام احادیث اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو مباہلہ کے لئے بلایا تھا وہ کوئی ایک شخص نہ تھا بلکہ وہ ایک جماعت تھی مختلف حدیثوں اور تاریخوں سے ان لوگوں کی تعداد ساٹھ سے ستّر تک ثابت ہوتی ہے۔ اور جہاں تک میرا حافظہ کام دیتا ہے ایک حدیث بھی ایسی نہیں جس میں صرف کسی ایک شخص کو مباہلہ کے لئے بلانے کا ذکر ہو بلکہ تمام احادیث میں جماعت کو ہی بلانے کا ذکر ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ حضرت رسول کریم ﷺ اکیلے ہی مباہلہ کے لئے نکلے تھے۔ سو اگر اسے تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کی وجہ ظاہر ہے کہ جس طرح رسول تمام امت کی طرف سے کھڑا ہو سکتا ہے اسی طرح کوئی اور شخص کھڑا ہونے کا حق دار نہیں۔ لیکن احادیث اور تاریخ پر نگاہ ڈالنے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ خیال درست نہیں کہ آنحضرت ﷺ اکیلے مباہلہ کے لئے نکلے تھے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ہر صاحب علم جانتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایک صحابی بھی نہیں نکلا تھا حالانکہ متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت علیؓ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ اور ابن عساکر کی ایک روایت ہے **جَاءَ بِاَبِىْ بَكْرٍ وَّ وَلَدِهٖ وَ بِعُمَرَ وَ وَلَدِهٖ وَ بِعُثْمَانَ وَ وَلَدِهٖ وَبِعَلِيٍّ وَّ وَلَدِهٖ** [۴] یعنی حضرت رسول کریم ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق اور ان کی اولاد۔ حضرت عمر اور ان کی اولاد۔ حضرت عثمان اور ان کی اولاد اور حضرت علی اور ان کی اولاد رضی اللہ عنہم کو اپنے ساتھ لے کر نکلے تھے۔ لیکن اسی پر بس نہیں، علّامہ ابو حیان ایک جماعت مسلمین کا قول تحریر فرماتے ہیں کہ **لَوْ عَزَمَ نَصَارٰى نَجْرَانَ عَلَى الْمُبَاهَلَةِ**

وَجَاءُوْ الَهَا لَاَمَرَا لنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمُسْلِمِیْنَ اَنْ یَّخْرُجُوْا بِاَھْلِیْھِمْ لِلْمُبَاھَلَۃِ ۵؎ یعنی اگر نجران کے عیسائی مباہلہ کے لئے آمادہ ہو جاتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باقی مسلمانوں کو بھی حکم فرماتے کہ وہ اپنے اپنے اہل و عیال سمیت آپ کے ساتھ مباہلہ میں شامل ہوں۔ پس مسنون مباہلہ یہی ہے کہ جماعت کے ساتھ مباہلہ کرے۔

تیسری بات سید صاحب موصوف نے یہ تحریر فرمائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر نصاریٰ میرے مقابل پر آجاتے تو ان پر آگ برستی۔ ۶؎ اگر سید صاحب کی مراد یہ ہے کہ اگر فریقین میں سے کسی پر آگ نہ برسے تو مباہلہ کو باطل سمجھا جائے گا؟ تو میں اس سے متفق نہیں۔ میں کسی عیسائی یا ہندو کو ان سے مباہلہ کرنے کے لئے تیار کر دیتا ہوں۔ اگر اس پر آسمان سے آگ برسے یا وہ سؤر یا بندر ہو جائے جیسا کہ بعض دوسری احادیث میں آتا ہے تو پھر ان کا حق ہو گا کہ وہ مباہلہ کے اثر کو ان باتوں تک محدود رکھیں ورنہ خدا تعالیٰ نے صرف لعنت کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور یہی لفظ میاں بیوی کے ملاعنہ کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ لیکن ان میں سے کسی ایک مقام پر بھی خدا تعالیٰ کی سنت کو کسی خاص عذاب میں محدود اور محصور نہیں کیا گیا۔ پھر اس جگہ کیوں ایسا کیا جائے؟ میاں بیوی میں ملاعنہ اُمّتِ محمدیہ میں سینکڑوں دفعہ ہو چکا ہے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی ہوا ہے۔ مگر نہ کبھی آگ برسی اور نہ کبھی کوئی بندر یا سؤر بنا۔ جب اللہ تعالیٰ ایک عام لفظ استعمال کرتا ہے تو کسی بندہ کا کیا حق ہے کہ وہ اس کے معنی کو محدود کر دے۔

چوتھی بات سید صاحب موصوف نے یہ تحریر فرمائی ہے کہ ان کی طرف سے مولوی عبداللہ صاحب روپڑوی اور مولوی اسد اللہ یوسف صاحب دینانگری مبادیات کے طے کرنے کے لئے مقرر ہونگے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اتمامِ حُجّت اور مباہلہ میں ایک جماعت کا شامل ہونا قرآن کریم سے یقینی طور پر ثابت ہے اور احادیث اس کی مؤید ہیں اور ایک حدیث بھی اس کے مخالف نہیں۔ پس ان دونوں شرطوں کا پہلے طے ہو جانا ضروری ہے اگر وہ ان دونوں شرطوں کو تسلیم کر لیں تو میرے نائب امیر جماعت احمدیہ امرتسر کے مکان پر ان کی تحریر کے بموجب آ جائیں گے اور جیسا کہ سید صاحب موصوف نے تحریر فرمایا ہے ان کی گفتگو تحریر میں آتی رہے گی تا کہ بعد میں اختلاف پیدا نہ ہو۔

سید صاحب موصوف نے آخر میں اپیل کی ہے کہ غیر ضروری باتوں میں وقت ضائع نہ

کیا جائے۔ میں بھی ان سے کہتا ہوں کہ وہ اپنی اس تحریر کے مطابق میرے اور اپنے وقت کو ضائع ہونے سے بچائیں۔ جب اتمامِ حُجّت کے وہ بھی قائل ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ مباہلہ سے پہلے اتمامِ حُجّت کا موقع دینا وہ پسند نہیں فرماتے؟ اور جب کہ آیت قرآنیہ اور تمام احادیث سے ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو ہی مباہلہ کے لئے پیش کیا تھا اور کوئی حدیث اس کے مخالف نہیں۔ اور ان میں طاقت بھی ہے کہ وہ ایک جماعت کو مباہلہ کے لئے اپنے ساتھ لا سکیں، تو باوجود کسی روک کے موجود نہ ہونے کے وہ کیوں احکامِ قرآنیہ اور دلائلِ حدیثیہ کے مطابق دونوں فریق کے نمائندہ جماعتوں کے درمیان مباہلہ کئے جانے پر رضامند نہیں ہوتے۔ میں امید کرتا ہوں کہ وہ اس بحث کو ختم کرتے ہوئے مباہلہ مسنونہ کے لئے تیار ہونے کی مجھے اطلاع دیں گے تاکہ میرے نمائندے ان کے نمائندوں سے مل کر بقیہ امور کا تصفیہ کرلیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

خاکسار

میرزا بشیر الدین محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی و امام جماعت احمدیہ۔ قادیان

۱۲۔ جولائی ۱۹۳۱ء

(الفضل ۱۸۔ جولائی ۱۹۳۱ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ - ھُوَ النَّاصِرُ

سید محمد شریف صاحب کے اشتہار مباہلہ نمبر ۳ کا جواب

میں نے جب اشتہار مباہلہ نمبر ۲ شائع کیا تھا تو میرا خیال تھا کہ میں نے اپنے نقطہ نگاہ کو اِس قدر واضح کر دیا ہے کہ اب غالباً سید محمد شریف صاحب امیر جماعت اہلحدیث صوبہ پنجاب کو میری پیش کردہ تجویز کے مطابق مباہلہ کرنے میں کوئی عذر نہ ہو گا لیکن افسوس کہ میرا خیال غلط نکلا اور سید صاحب موصوف کی طرف سے ایک تیسرا اشتہار نکلا جس میں ایسے رنگ میں بحث کی گئی ہے جو ان کے پہلے اشتہاروں کے خلاف ہے مگر مجھے سید صاحب پر حُسنِ ظنی ہے اور میں اب بھی خیال کرتا ہوں کہ وہ ضرور غیر ضروری بحث کو چھوڑ کر مباہلہ کے انعقاد کے لئے راستہ کھول دیں گے۔

تاخیرِ جواب کی وجہ

مجھے افسوس ہے کہ میں ایک لمبے عرصہ کے بعد ان کے اشتہار کا جواب لکھ رہا ہوں لیکن اس کی وجہ یہ تھی کہ شروع میں میں بہت بیمار رہا اور بعد میں کشمیر کے متعلق بعض ایسے ضروری کاموں میں مشغول رہا کہ میں ڈرتا تھا کہ شاید فوراً مباہلہ کے لئے وقت نہ نکال سکوں اور اس سے غلط فہمی پیدا ہو کہ میں گویا مباہلہ سے گریز کرتا ہوں لیکن اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے ان کاموں سے ایک حد تک فراغت ہو گئی ہے اس لئے اب جواب شائع کر رہا ہوں۔

دو اہم سوال

سید صاحب نے اس امر کو منظور کر لیا ہے کہ ان کے اور میرے نمائندہ مل کر تاریخ اور مقام مباہلہ کا فیصلہ کر لیں۔ سو اس کے متعلق مجھے کچھ لکھنے کی

ضرورت نہیں۔ اب دو سوال رہ جاتے ہیں اور وہ سوال میرے نزدیک نہایت اہم ہیں۔ اول مباہلہ سے پہلے فریقین کا اپنے معتقدات اور ان کے دلائل کو بیان کرنا۔ اور دوسرے ہر ایک فریق کے ساتھ جماعت کا مباہلہ میں شامل ہونا۔

میں نے گزشتہ اشتہار میں ثابت کیا تھا کہ یہ دونوں باتیں قرآن کریم اور حدیث سے ثابت ہیں اور مباہلہ کے نتائج کو زیادہ واضح کرنے کے لئے ان کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ سید صاحب نے ان دونوں باتوں سے اپنے تازہ اشتہار میں بھی انکار کیا ہے بلکہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ یہ دونوں امر غیر ضروری ہی نہیں خلافِ سنت ہیں۔

نقطہ نگاہ میں فرق

میں سمجھتا ہوں کہ میرے اور ان کے نقطہ نگاہ میں فرق ہونے کی وجہ سے یہ سب طوالت پیدا ہو رہی ہے اور سید صاحب دانستہ ایسا نہیں کر رہے۔ میرا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ قرآن کریم محفوظ اور اصل جڑ کے طور پر ہے اور احادیث خواہ انسانوں نے اپنی پوری کوشش سے ان کی تصحیح کی ہو قرآن کریم پر حاکم نہیں ہیں۔ بلکہ اگر الفاظِ قرآنیہ کے خلاف ہوں گو ظاہراً انہیں کس قدر بھی صحت کا مقام حاصل ہو قرآن کریم کو مقدم کرنا پڑے گا اور احادیث کو اس کے تابع کرنا ہوگا۔ سید صاحب کا نقطہ نگاہ مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ قرآن کریم کے الفاظ سے خواہ کچھ نکلتا ہو اگر حدیث میں ایک مضمون آگیا ہو تو قرآن کریم کے الفاظ کی تفسیر حدیث کے مطابق کرنی ہوگی۔ میں اس بحث میں نہیں پڑتا کہ کونسا نقطہ نگاہ صحیح ہے کیونکہ یہ ایک نہ ختم ہونے والی بحث شروع ہو جائے گی اور ہم اصل مضمون سے دور جا پڑیں گے۔

درمیانی راہ

پس میں ایک درمیانی راہ پیش کرتا ہوں جو یہ ہے کہ خواہ حدیث کو تفسیر میں مقدم درجہ دیا جائے تو بھی اس امر کے تسلیم کرنے میں تو کسی کو کوئی عُذر نہ ہوگا کہ اگر حدیث الفاظِ قرآنی کے مخالف نہ ہو اور الفاظِ قرآنی سے لغت عرب کے قواعد کے مطابق حدیث کے بیان کردہ مضمون سے بعض زائد باتیں نکلتی ہوں تو ان زائد باتوں کو تسلیم کرنا حدیث کے خلاف عمل کرنا نہیں کہلائے گا۔

مباہلہ سے قبل فریقین کا اپنے اپنے دلائل بیان کرنا

اس اصل کے ماتحت سید صاحب اگر غور کریں گے تو دونوں سوال حل ہو جائیں گے۔ مثلاً پہلا سوال یہ ہے کہ مباہلہ سے پہلے دونوں فریق

اپنے دلائل بیان کریں اور دلائل سننے کے بعد اگر دونوں فریق مباہلہ کرنا چاہتے ہوں تو مباہلہ ہو۔ سید صاحب کے نزدیک حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وفدِ نجران کے مدینہ پہنچنے کے بعد آیت مباہلہ نازل ہوئی ہے اور اس کے بعد کوئی بحث رسول کریم ﷺ نے نہیں کی۔ بلکہ وفدِ نجران کو مباہلہ کا چیلنج دے دیا۔ میں بحث کی خاطر تسلیم کر لیتا ہوں کہ ایسا ہی ہوا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اگر ایسا بھی ہوا ہو تب بھی قبل مباہلہ بحث کی نفی ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اصل غرض حکم الٰہی کی یہ ہے کہ مباہلہ کے معاً پہلے فریقین ایک دوسرے کے دلائل سن چکے ہوں تاکہ آخری وقت ایک دوسرے پر اتمام حجت ہو جائے۔ اب یہ تو سید صاحب کو تسلیم ہے کہ مباہلہ کے چیلنج سے معاً پہلے مباہلہ کے فریقین میں پوری طرح تبادلہ خیالات ہو چکا تھا پس اصل غرض پوری ہو گئی۔ لیکن مجوزہ مباہلہ سے پہلے کوئی ایسی گفتگو چونکہ فریقین میں نہ ہو چکی ہو گی اس لئے ضروری ہے کہ اس کی صورت بھی نکالی جائے جس کے لئے میں زور دے رہا ہوں۔

سید صاحب فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے کافی مباحثات ہو چکے ہیں بلکہ مباہلہ سے پہلے بٹالہ میں بھی مباحثہ ہو چکا تھا لیکن یہ جواب درست نہیں اس لئے کہ اس سے پہلے جو کچھ ہو چکا ہے وہ دوسرے لوگوں کے درمیان ہوا ہے نہ کہ مباہلہ کے رؤساء کے درمیان۔ مجھے اور سید صاحب کو ایک دوسرے کے سامنے تبادلہ خیالات کا موقع اس طرح نہیں ملا جس طرح کہ رسول کریم ﷺ اور وفد نجران کو ملا تھا۔ پس ضروری ہے کہ ہم دونوں بوجہ اصل مباہلین ہونے کے مباہلہ سے پہلے اپنے اپنے دلائل سے ایک دوسرے کو واقف اور آگاہ کر دیں تاکہ پوری طرح اتمامِ حُجّت ہو جائے۔

آیت مباہلہ کے بعد تبادلۂ خیالات کا ثبوت

میں نے اوپر جو کچھ لکھا ہے اس امر کو فرض کر کے لکھا ہے کہ سید صاحب کا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ آیت مباہلہ کے بعد رسول کریم ﷺ اور وفد نجران کے درمیان کوئی مباحثہ نہیں ہوا۔ مگر حق یہ ہے کہ آیت مباہلہ کے بعد تبادلہ خیالات کا ہونا تاریخ و حدیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ ابن جریرؒ بن اسحٰقؒ اور ابن منذرؒ کی روایت محمد بن جعفر بن زبیرؒ سے تفسیر درمنثور میں درج ہے کہ وفدِ نجران جب رسول کریم ﷺ کے پاس آیا تو انہیں رسول کریم ﷺ نے اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم پہلے سے اسلام لا چکے ہیں۔ یعنی مسیح کو مان چکے ہیں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم جھوٹے ہو۔ تمہیں اسلام لانے سے

مطالبہ نمبر۸ بھی ایسا مطالبہ ہے کہ جس کے متعلق انگریزی حکومت کہ جہاں ہندو آبادی کی اکثریت ہے ایک فیصلہ کر چکی ہے اگر اس قانون کو ریاست کشمیر میں کہ جہاں اکثریت مسلمانوں کی ہے جاری کر دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نظر نہیں آتا۔

مطالبہ نمبر۹ کے متعلق ہزہائی نس نے مہربانی فرما کر یہ اعلان کیا ہے کہ وہ آئندہ اپنی رعایا کو زیادہ سے زیادہ حکومت میں حصہ لینے کا موقع دیں گے لیکن یہ الفاظ اصل مطالبہ پر حاوی نہیں۔ ہزہائی نس کی رعایا کا مودبانہ مطالبہ یہ تھا کہ حکومت کے انتظام کی ترتیب ایسی ہو کہ آہستہ آہستہ حکومت نمائندہ ہو جائے ہزہائی نس مہاراجہ صاحب بہادر کے وعدہ کے الفاظ ایسے ہیں کہ اگر صرف ملازمتیں مسلمانوں کو زیادہ دے دی جائیں تو ان الفاظ کا مفہوم ایک گونہ پورا ہو جائے گا۔ حالانکہ اصل مطالبہ اور ہے۔ پس اگر اس امر کی تسلی دلا دی جائے کہ "INCREASING ASSOCIATION" سے مراد نمائندہ حکومت کے اصول پر حکومت کو قائم کرنا ہو گا۔ خواہ اس کی پہلی قسط آخری قسط کو پورا کرنے والی نہ ہو تو یہ امر یقیناً رعایا کی تسلی کا موجب ہو گا۔

مطالبات کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کرنے کے بعد میں یہ زائد کرنا چاہتا ہوں کہ بعض حالات ان مطالبات کے تیار ہونے کے بعد حوادث زمانہ کی وجہ سے یا ریاست کے بعض اعلانات کی وجہ سے نئے پیدا ہو گئے ہیں ان کے متعلق ہمدردانہ غور بھی ضروری ہے کیونکہ ان کے تصفیہ کے بغیر فساد کا مٹنا مشکل ہے۔

سب سے پہلا سوال زمینداروں کی اقتصادی حالت تباہ ہو جانا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ ریاست جموں کی سرحد اس حکومت سے ملتی ہے جس نے اس زمانہ میں جمہوریت کا ایک نیا مفہوم پیدا کیا ہے اور اس سے تمام دنیا میں ہیجان پیدا ہو گیا ہے۔ زمینداروں کی موجودہ تباہی نے ان خیالات کو رائج کرنے میں بے انتہا مدد دی ہے۔ انگریزی حکومت نے باوجود قیامِ امن کی خاطر کثیر رقوم خرچ کرنے کے اس وقت زمینداروں کا بوجھ کم کرنے کی ضرورت کو تسلیم کیا ہے۔ ریاست جموں نے بھی اپنے مالیہ میں تخفیف کی ہے لیکن وہ تخفیف بہت کم ہے۔ زمیندار پر جو بار ریاست میں اس وقت ہے وہ انگریزی علاقہ کے زمیندار کے بار سے بہت زیادہ ہے حالانکہ جو قیمت انگریزی علاقہ کے زمیندار کو اپنی پیداوار پر ملتی ہے اس سے بہت کم ریاست کے زمیندار کو اپنی پیداوار پر ملتی ہے۔ پس ان حالات کی طرف فوری توجہ کی ضرورت ہے۔

آتی ہیں ان کا مضمون بھی سورہ آل عمران کی ابتدائی آیات کے بالکل مطابق ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مباحثہ کا بیشتر حصہ ان آیات کے نزول کے بعد واقع ہوا ہے۔

الغرض احادیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں کہ آیت مباہلہ کے نزول کے بعد مباحثہ واقع نہیں ہوا۔ بلکہ جیسا کہ اوپر میں نے لکھا ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان آیات کے نزول کے بعد مباحثہ ہوتا رہا۔ یہ آیات پہلے دن نازل ہوئیں اور مباہلہ کا چیلنج دوسرے دن شام کو دیا گیا ہے۔ اور اگر یہ تسلیم بھی کیا جائے کہ ان آیات کے بعد مباحثہ نہیں ہوا تب بھی یہ امر یقیناً ثابت ہے کہ مباہلہ سے معاً پہلے وفد نجران سے مباحثہ ہوا۔ پس اس امر کو تسلیم کر کے بھی نتیجہ یہی نکلے گا کہ مباہلہ سے پہلے مباحثہ ضروری ہے اور نیز یہ نتیجہ نکلے گا کہ چونکہ مباحثہ ہو رہا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب کافی مباحثہ ہو چکا ہے اب مباہلہ کرو۔ اور آئندہ کے لئے یہی حکم سمجھنا پڑے گا کہ جس وقت دو فریق میں مباحثہ کے باوجود فیصلہ نہ ہو سکے تو اس کے معاً بعد مباہلہ ہونا چاہئے۔

بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا مولوی عبدالحق غزنوی سے مباہلہ

سید صاحب نے لکھا ہے کہ اگر مباہلہ سے پہلے مباحثہ ضروری ہے تو بانی سلسلہ احمدیہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے کیوں مولوی عبدالحق صاحب غزنوی سے مباہلہ سے پہلے مباحثہ نہ کیا۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس بارہ میں جو میرا عقیدہ ہے وہی بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا تھا۔ چنانچہ آپ "ازالہ اوہام" میں مولوی عبدالحق صاحب کا ذکر کر کے تحریر فرماتے ہیں:-

"مباہلہ میں یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ اول ازالۂ شبہات کیا جائے۔ بجز اس صورت کے کہ کاذب قرار دینے میں کوئی تامل اور شبہ کی جگہ باقی نہ ہو۔ لیکن میاں عبدالحق بحث مباحثہ کا تو نام تک بھی نہیں لیتے۔"[۱۰]

شبہ اور تامّل کے ازالہ کی تعریف بھی آپ نے خود ہی کر دی ہے اور وہ یہ کہ جب الہام الٰہی سے کسی سوال کی حقیقت معلوم ہو جائے۔ چنانچہ اشتہار مباہلہ بمقابل مولوی عبدالحق صاحب مؤرخہ ۱۲۔ اپریل ۱۸۹۱ء میں آپ نے اس امر کو بیان فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے الہام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسیح علیہ السلام کی حقیقت سے آگاہ کر دیا تب مباہلہ کا چیلنج دیا۔

اب رہا یہ سوال کہ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیوں مولوی عبدالحق صاحب سے بغیر مباحثہ کے مباہلہ کیا۔ تو اس کا جواب میں اگلے سوال کے ساتھ ملا کر اکٹھا دوں گا۔

مباہلہ میں جماعت کی شمولیت

میری تیسری شرط کہ مباہلہ میں دونوں طرف سے جماعتیں ہونی چاہئیں۔ اس کے متعلق ایک تو سید صاحب یہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ ضروری ہے تو کیوں بانی سلسلہ احمدیہ نے مولوی عبدالحق صاحب سے اکیلے مباہلہ کیا اور دوسرے یہ کہ مباہلہ میں فریقین کے ساتھ جماعت کی شمولیت احادیث سے ثابت نہیں۔

پہلے امر کا جواب یہ ہے کہ مباہلہ میں دونوں طرف سے جماعت ہونے کے متعلق بھی بانی سلسلہ احمدیہ کا وہی عقیدہ تھا جو میں نے بیان کیا ہے۔ مولوی عبدالحق صاحب کو ہی مخاطب فرما کر آپ اپنے اشتہار مورخہ ۱۲۔ اپریل ۱۸۹۱ء میں فرماتے ہیں:۔

"نیز آیاتِ موصوفہ بالا سے یہ بھی ظاہر ہے کہ مسنون طریقہ مباہلہ کا یہی ہے کہ دونوں طرف سے جماعتیں حاضر ہوں۔ اگر جماعت سے کسی کو بے نیازی حاصل ہوتی تو اس کے اول مستحق ہمارے نبی ﷺ تھے۔ یہ کیا انصاف کی بات ہے جو ہمارے نبی ﷺ مباہلہ کیلئے جماعت کے محتاج ٹھیرائے جائیں اور میاں عبدالحق اکیلے کافی ہوں۔"[۱۱]

پھر فرماتے ہیں:۔

"اب ناظرین یہ یاد رکھیں کہ جب تک یہ تمام شرائط نہ پائے جائیں تو عِنْدَالشَّرع مباہلہ ہرگز درست نہیں۔"[۱۲]

مولوی عبدالحق صاحب سے مسنون مباہلہ نہیں کیا گیا

اب رہا یہ سوال کہ اس عقیدہ کے باوجود آپ نے مولوی عبدالحق صاحب سے اکیلے مباہلہ کیوں کیا؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے ایسا ہرگز نہیں کیا۔ چنانچہ آپ کے آخری اشتہار میں لکھا ہے:۔

"اے برادرانِ اہلِ اسلام! کل دہم ذیقعدہ روز شنبہ کو بمقام مندرجہ عنوان میاں عبدالحق غزنوی اور بعض دیگر علماء جیسا کہ انہوں نے وعدہ کیا ہے' اس عاجز

سے اس بات پر مباہلہ کریں گے کہ وہ لوگ اس عاجز کو کافر اور دجّال اور بے دین اور دشمن اللہ جلّشانہٗ اور رسول اللہ ﷺ کا سمجھتے ہیں۔" [۱۳]

اس سے ظاہر ہے کہ آپ کو یہ یقین دلایا گیا تھا کہ اس وقت ایک جماعت علماء کی مولوی عبدالحق صاحب کے ساتھ ہوگی۔ اب رہا یہ سوال کہ آپ نے جو مقابلہ مولوی عبدالحق صاحب سے کیا وہ کیا مباہلہ نہ تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مسنون مباہلہ نہ تھا بلکہ ایک دعا برنگِ مباہلہ تھی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو الفاظ اس دعا کے اس مقابلہ کے ہونے سے بھی پہلے شائع کئے تھے وہ یہ ہیں:۔

"میں یہ دعا کروں گا کہ جس قدر میری تالیفات ہیں ان میں سے کوئی بھی خدا اور رسول ﷺ کے فرمودہ کے مخالف نہیں ہیں۔ اور نہ میں کافر ہوں اور اگر میری کتابیں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ سے مخالف اور کفر سے بھری ہوئی ہیں، تو خدا تعالیٰ وہ لعنت اور عذاب میرے پر نازل کرے جو ابتدائے دنیا سے آج تک کسی کافر بے ایمان پر نہ کی ہو۔" [۱۴]

اس دعا کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ آپ نے مولوی عبدالحق صاحب کے لئے یا جو جھوٹا ہو، اس کے لئے بددعا کا اعلان نہیں کیا بلکہ صرف اپنے جھوٹا ہونے کی صورت میں اپنے لئے بددعا کرنے کا اعلان کیا تھا۔ یہ تو قبل از وقت کا اعلان تھا جو عملاً ہوا۔ اس کی حقیقت "حقیقۃ الوحی" کے اس حوالہ سے ظاہر ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"بہرحال مباہلہ میں جو اس نے چاہا کہا۔ مگر میری دعا کا مرجع میرا ہی نفس تھا اور میں جناب الٰہی میں بھی التجا کر رہا تھا کہ اگر میں کاذب ہوں تو کاذبوں کی طرح تباہ کیا جاؤں اور اگر میں صادق ہوں تو خدا میری مدد اور نصرت کرے۔" [۱۵]

ان حوالہ جات سے ثابت ہے کہ حقیقی اور مسنون مباہلہ مولوی عبدالحق صاحب سے نہیں ہوا بلکہ مولوی صاحب کے ضد کرنے پر ایک دعا برنگ مباہلہ کی گئی یعنی گو دونوں فریق ایک مقام پر جمع ہوئے لیکن بددعا صرف ایک فریق کے لئے ہوئی۔ دونوں نے آپس میں ایک دوسرے کے خلاف یا جو جھوٹا ہو اس کے خلاف بددعا نہیں کی۔

یہ امر کہ اس قسم کی دعا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک حقیقی اور مسنون مباہلہ نہیں، آپؑ کے ایک اور قول سے جو رسالہ اربعین میں ہے، بالکل واضح ہو جاتا

ہے۔ آپ اربعین نمبر۲ میں اس قسم کی ایک دعا کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:۔

"یاد رہے کہ یہ طریقہ دعا مباہلہ میں داخل نہیں کیونکہ مباہلہ کے معنی لغت عرب کی رو سے اور نیز شرعی اصطلاح کی رو سے یہ ہیں کہ دو فریق مخالف ایک دوسرے کے لئے عذاب اور خدائی لعنت چاہیں لیکن اس دعا میں تمام اثر دعا صرف میری ہی جان تک محدود ہے۔ دوسرے فریق کے لئے کوئی دعا نہیں۔"[۶۰]

خلاصہ یہ کہ جو مقابلہ مولوی عبدالحق صاحب سے ہوا' وہ شرعی اصطلاح کی رو سے مباہلہ نہ تھا اور محض مولوی صاحب کے اصرار پر اور لوگوں کو ٹھوکر سے بچانے کے لئے ایک دعا برنگ مباہلہ کی گئی' اسے مجازاً تو مباہلہ کہا جا سکتا ہے کہ دونوں فریق نے جمع ہو کر بد دعا کی لیکن حقیقتاً نہیں۔ کیونکہ بد دعا دونوں فریق میں سے جھوٹے کیلئے نہ تھی۔ بلکہ صرف ایک فریق کے لئے تھی کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو تباہ ہو جائے۔ پس اس واقع سے مباہلہ کی شرائط کا اندازہ لگانا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس وقوعہ سے پہلی اور پچھلی تحریرات کو نظر انداز کر دینا کسی صورت میں جائز نہیں ہو سکتا۔

مباہلہ میں جماعت کی شمولیت

اب سید صاحب کا یہ جواب رہ جاتا ہے کہ صحیح احادیث سے کسی جماعت کا مباہلہ میں شامل ہونا ثابت نہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ جو روایات انہوں نے نقل کی ہیں ان سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفدِ نجران کو جن کی تعداد سات سے لے کر کئی درجن تک بیان کی جاتی ہے' مباہلہ کی دعوت دی۔ اب اگر جماعت کا مباہلہ میں شامل ہونا خلافِ سنت ہے۔ تو پھر کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ اعتراض نہیں آتا کہ آپؐ نے ایک سے زیادہ لوگوں کو کیوں مباہلہ کے لئے بلایا۔ پس کم سے کم ان حوالوں سے سید صاحب کو یہ تو ماننا پڑے گا کہ گو جماعت کی شمولیت مباہلہ کے لئے ضروری نہیں لیکن جماعت کا شامل ہونا آیت اور احادیث کے مفہوم کے مخالف نہیں تو آپ کو جماعت کی شمولیت پر بِلاوجہ اعتراض کیوں ہے۔ اس صورت میں آپ صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ گو جماعت شامل ہو سکتی ہے لیکن میری جماعت میرا ساتھ دینے کو تیار نہیں۔ یا یہ کہ میں ہزار پانچ سَو آدمی ساتھ نہیں لا سکتا۔ میرے ساتھ آدمی کم ہیں۔ میں صرف پچاس ساٹھ آدمی اپنے ساتھ لاؤں گا اور اگر آپ اس قسم کے عُذر رکھتے ہوں تو مجھے ہرگز اس شرط پر اصرار نہ ہو گا کہ آپ ضرور ہزار آدمی ہی ساتھ لائیں

گو میں خود ہزار یا اس سے بھی زائد آدمی انشاء اللہ ہمراہ لاؤں گا کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ جب سے مباہلہ کا ذکر شروع ہوا ہے سینکڑوں ہزاروں آدمیوں کے خطوط اور تار میرے پاس نہایت لجاجت کے آرہے ہیں کہ انہیں اس مباہلہ میں شامل کیا جائے۔

مسنون مباہلہ میں جماعت کی شمولیت ضروری ہے

میں نے اوپر کی بات بحث کو روکنے کے لئے فرضاً لکھی ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ مسنون مباہلہ میں جماعت کی شمولیت ضروری ہے اور الفاظِ قرآنیہ سے یہی امر ثابت ہے۔ سید صاحب کا یہ لکھنا کہ جمع کے الفاظ اس لئے لکھے گئے ہیں کہ یہ آیت قیامت تک کے لئے ہے اور بعض لوگوں کے اہل زیادہ ہوتے ہیں' درست نہیں۔ کیونکہ سوال یہ نہیں کہ آیت میں **اَبْنَاءَ وَ نِسَاءَ** کے الفاظ جمع آئے ہیں بلکہ سوال یہ ہے کہ آیتِ کریمہ میں **مخاطبین** کو **تَعَالَوْا** کہہ کر بلایا ہے۔ جو جمع کا صیغہ ہے۔ چونکہ مخاطب کے وجود میں متکلم کا وجود شامل نہیں ہوتا۔ اس لئے بہرحال **تَعَالَوْا** میں وہی لوگ شامل سمجھے جائیں گے جنہیں مباہلہ کے لئے بلایا ہے اور چونکہ **تَعَالَوْا** جمع کا لفظ ہے' اس لئے ماننا پڑے گا کہ رسول کریم ﷺ نے جن لوگوں کو مباہلہ کے لئے بلایا ہے۔ وہ ایک جماعت ہے نہ کہ فرد واحد۔ دوسرا استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں ایک لفظ **اَنْفُسَنَا** کا بھی آتا ہے۔ یعنی آؤ ہم اپنے نفوس کو بلائیں۔ اب یہ ظاہر ہے کہ اپنے آپ کو بلانے کے کوئی معنی نہیں ہو سکتے اور خصوصاً جب کہ بیویوں اور بچوں کو بلوانے کا پہلے ذکر آچکا ہے اس کے بعد اپنے نفوس کو بلانے کے کوئی معنی نہیں رہتے۔ پس **اَنْفُسَ** کے معنی یقیناً ساتھی اور ہم خیال لوگوں کے لینے پڑیں گے اور یہ قرآن کریم کے محاورہ کے عین مطابق بھی ہے۔ سورۃ نور میں۔ **فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِكُمْ**[ےلہ] یعنی جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے آدمیوں اور ساتھیوں کو سلام کہا کرو۔ سید صاحب اس حکم کی تعمیل میں کسی گھر میں داخل ہوتے ہوئے یقیناً **اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ** ہی کہتے ہوں گے اور **اَنْفُسَكُمْ** کے لفظ کے یہ معنی نہ کرتے ہوں گے کہ گھر میں داخل ہو کر یہ کہیں۔ کہ **اَلسَّلَامُ عَلَیَّ**۔ غرض یہ کہ آیت زیر بحث میں **اَنْفُسَكُمْ** کے معنے ساتھیوں اور ہم خیال کے ہی لئے جا سکتے ہیں۔ اور یہ معنی دوسری آیات قرآنیہ کے عین مطابق ہیں۔ تیسرا استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں **اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ** کہا گیا ہے۔ چونکہ **اَبْنَآءَكُمْ** اور **نِسَآءَكُمْ** الگ کہا گیا

ہے۔ اس لئے "نَا" کی ضمیر میں مخاطب شامل نہیں اور نہ بچے بیویاں شامل ہیں۔ کیونکہ انہیں **اَبْنَاء** اور **نِسَاء** کے الفاظ سے الگ بیان کر دیا ہے۔ پس بہرحال "نَا" جو جمع کی ضمیر ہے۔ اس سے یہ معنی لینے ہوں گے کہ دعوت مباہلہ دینے والی بھی ایک جماعت ہے اگر وہ جماعت نہ ہو تو نَا بے معنی ہو جاتا ہے۔ اگر یہ کہو کہ رسول کریم ﷺ بوجہ عظمتِ شان اپنے لئے جمع کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو یہ بھی درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا یہ محاورہ کسی انسان کے متعلق قرآن کریم میں کبھی نہیں آیا اور نہ یہ رسول کریم ﷺ کا طریق تھا کہ وہ اپنے آپ کو "ہم" کہہ کر بلایا کرتے ہوں اور پھر جب یہ حکم سب زمانوں کے لئے تھا تو اگلے لوگ جو اس شان کے نہ تھے اس آیت پر کس طرح عمل کریں گے۔

سید صاحب یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ کبھی مفرد کی جگہ جمع کا لفظ استعمال کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ آیت کریمہ **اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ**[۱۸] میں صرف ایک شخص کہنے والا تھا لیکن جمع کا لفظ استعمال کیا گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کبھی روایت میں ایک شخص کی جگہ جمع کا لفظ بغرض ابہام استعمال کر لیتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص بات کہے تو کہہ دیتے ہیں بعض لوگ یوں کہتے ہیں۔ لیکن احکام اور روایات میں فرق ہے۔ روایت میں اس موقع پر ابہام پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے اور احکام میں وضاحت ہمیشہ مقصود ہوتی ہے۔ اگر وہاں اس طریق کو استعمال کیا جائے تو شریعت میں نقص لازم آتا ہے۔ نیز سید صاحب کو یاد رکھنا چاہئے کہ "ہو سکتا ہے" اور "ہے" میں فرق ہے بے شک مفرد کی جگہ جمع کا صیغہ استعمال ہو سکتا ہے۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ کیا اس آیت میں بھی ایسا ہے۔ مگر جیسا کہ میں ثابت کر چکا ہوں، اس آیت کی بناوٹ بتا رہی ہے کہ یہاں ایسا نہیں ہے، تو پھر "ہو سکتا ہے" کا قاعدہ یہاں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

سورۃ آل عمران کی مذکورہ بالا آیت کے متعلق بھی سید صاحب کو یاد رہے کہ اس کے بارہ میں بھی احادیث میں اختلاف ہے۔ بہت سی احادیث میں ایک سے زائد لوگوں کا یہ بات کہنا ثابت ہے۔ چنانچہ ابن سعید بروایت ابنٌ ایزیٰ اور ابن جریر بروایت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ ایک سے زائد لوگوں نے یہ بات کہی تھی وغیرہ

ایک جواب سید صاحب نے یہ دیا ہے کہ عربی کا قاعدہ ہے کہ مشاکلت کی وجہ سے بھی ایک کی جگہ دوسرا صیغہ استعمال کر دیتے ہیں۔ اس امر کو فرض کر کے کہ یہ قاعدہ اسی طرح ہے

میں پھر کہتا ہوں کہ کسی قاعدہ کا ہونا اور بات ہے اور اس کا کسی خاص جگہ پر چسپاں ہونا اور بات ہے۔ کیا اس قاعدہ کے مطابق ہم قرآن کریم کی تمام ضمائر کو مشاکلت کے ماتحت مفرد سے جمع اور جمع سے مفرد بنا سکتے ہیں؟ آخر استثنائی قاعدہ کو چسپاں کرنے کی بھی تو کوئی وجہ ہونی چاہئے۔ جب الفاظ آیت سے ثابت ہے کہ اس جگہ ضمائر اپنے اصلی مفہوم میں ہیں تو سید صاحب کا بیان کردہ مشاکلت کا قاعدہ بھی یہاں چسپاں نہیں ہو سکتا۔ جب آیت ہی دوسرے معنوں کو ردّ کر رہی ہے تو خلافِ منطوق معنی کرنے جائز ہی نہیں ہو سکتے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس آیت میں دو صیغے دو جماعتوں کے لئے استعمال ہوئے ہیں ایک "قُلْ" رسول کریم ﷺ کے لئے اور ایک "تَعَالَوْا" آپ کے مخالفوں کے لئے اب مشاکلت کا قاعدہ اگر سید صاحب کے بیان کے مطابق ہی سمجھا جائے تو بھی چاہئے تھا کہ جو ضمائر رسول کریم ﷺ کے متعلق آتیں، مفرد آتیں، کیونکہ پہلا لفظ مفرد تھا۔ واحد سے مشاکلت جمع کو کس طرح ہو سکتی ہے۔ اور اگر سید صاحب یہ کہیں کہ چونکہ اَبْنَاء اور نِسَاء کا لفظ جمع ہے۔ اس لئے نَا آیا ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ اَنْفُس کیوں جمع آیا اس صورت میں تو یہ ماننا پڑے گا کہ اَنْفُس اس لئے جمع آیا کہ نِسَاء کا لفظ جمع تھا اور نَا اس لئے جمع آیا کہ اَنْفُس جمع تھا۔ گویا پہلے ایک لفظ کو مشاکلت سے جمع کیا، پھر اس کے مضاف الیہ کو اس کی مشاکلت کی وجہ سے جمع کیا۔

اب اس فرضی جواب کے بعد میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مشاکلت کا قاعدہ عربی زبان میں اس طرح نہیں جس طرح سید صاحب نے ذکر کیا ہے۔ مشاکلت کی تعریف علم البدیع والوں نے یہ کی ہے۔ کہ ذِکْرُ الشَّیْءِ بِلَفْظِ غَیْرِہٖ لِوُقُوْعِہٖ بِصُحْبَۃِ ذٰلِکَ الْغَیْرِ وَلَوْ تَقْدِیْرًا۔ [۱۹] یعنی کسی چیز کے لئے بجائے اصل لفظ کے دوسرا لفظ استعمال کریں اس لئے کہ وہ چیز ایک اور چیز کے پاس واقع ہوتی ہے۔ پس اس دوسری چیز کی مناسبت سے اس کا نام بدل دیا گیا۔ مثال یہ دی ہے کہ قُلْتُ اطْبَخُوْا لِیْ جُبَّۃً وَّ قَمِیْصًا۔ میں نے کہا۔ میرے لئے ایک جُبّہ اور ایک قمیض پکا دو۔ جُبّہ اور قمیض پکائے نہیں جاتے۔ چونکہ پہلے شخص نے کہا تھا کہ ہم تیرے لئے کیا پکائیں اس کو لباس کی ضرورت تھی اس نے کہا کہ جُبّہ اور قمیض پکا دو۔ یعنی مجھے کپڑے کی ضرورت ہے۔ اس تعریف سے ظاہر ہے کہ ضمائر کے بدلنے کا مشاکلت سے کوئی تعلق نہیں۔ مشاکلہ تو یہ ہے کہ ایک بات کو زیادہ مؤثر بنانے کے لئے ایک پاس کے لفظ کے مطابق ایک دوسرا لفظ استعمال کر لیا جائے۔

ایک جواب سید صاحب نے یہ دیا ہے کہ احادیث میں صرف یہ ذکر ہے۔ کہ حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ اور حسنؓ اور حسینؓ کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مباہلہ کیلئے نکلے تھے۔ مجھے ان احادیث سے انکار نہیں۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ ساتھ ہی احادیث میں آتا ہے۔ **ھٰؤُلَاءِ اَھْلِیْ** [۲۰] یہ میرے اہل ہیں نہ یہ کہ ہمارے اہل ہیں۔ پس ہم تو کہتے ہیں کہ مباہلہ ہوا نہیں۔ اگر مباہلہ ہوتا اور دوسرے صحابہ اور ان کے اہل شامل نہ ہوتے تب ان احادیث سے استدلال ہو سکتا تھا۔ مگر مباہلہ تو ہوا نہیں، پھر استدلال کس طرح ہوا۔ اس وقت تک تو وفدِ نجران نے مباہلہ قبول کرنے کا اعلان ہی نہ کیا تھا۔ ہم کہتے ہیں اگر وفد نجران مباہلہ کو مان لیتا تو دوسرے لوگوں کو بھی آپؐ بموجب حکم آیت جمع ہونے کا حکم دیتے۔ آپؐ اس خیال سے کہ دوبارہ گھر نہ جانا پڑے اپنے اہل کو لے کر تشریف لے گئے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آپؐ خود بھی اس حدیث کا یہ مفہوم نہیں تسلیم کرتے کہ ان لوگوں کے سوا دوسرے لوگ مباہلہ میں شامل نہ ہونے تھے کیونکہ آپ نے خود اس آیت کی تفسیر اہل و عیال کی ہے جو بیویوں پر مشتمل ہے۔ دوسرے آیت قرآنی میں **نِسَاء** کا لفظ ہے۔ اور **نِسَاء** کا لفظ اگر محدود کیا جائے تو اول اس میں بیویوں کا مفہوم ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے۔ **یَا نِسَاءَ النَّبِیِّ** [۲۱] جس جگہ صرف بیویاں مراد ہو سکتی ہیں۔ پس آیت مباہلہ میں **نِسَاءَ نَا** کے لفظ کے ماتحت بیویوں کی شمولیت لازم ہے اور احادیث میں بیویوں کا ذکر نہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت میں وہ سب تعداد جس نے مباہلہ میں شامل ہونا تھا مذکور نہیں ہے۔

سید صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ میری نقل کردہ روایت جس میں دوسرے صحابہ کی شمولیت کا ذکر ہے ضعیف ہے اور حوالہ کنز العمال صفحہ ۸، ۹ کا دیا ہے۔ سید صاحب نے افسوس تو مجھ پر کیا ہے کہ میں نے ایک ضعیف حدیث کو نقل کیا ہے لیکن افسوس درحقیقت ان پر ہے۔ کیونکہ کنز العمال میں یہ نہیں لکھا کہ یہ حدیث ضعیف ہے بلکہ یہ لکھا ہے کہ علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ فلاں فلاں کتاب جن میں سے تاریخ ابن عساکر بھی ہے، ان کی روایات ضعیف ہیں۔ [۲۲] اس کے تو صرف یہ معنی ہیں کہ علامہ سیوطی کے نزدیک اس کتاب میں احتیاط سے کام نہیں لیا گیا لیکن اس کے یہ معنی تو نہیں کہ اس میں کوئی حدیث بھی درست نہیں۔ اس میں کئی احادیث ایسی ہیں جو صحاح ستہ میں ہیں بلکہ **صحیحین** میں بھی موجود ہیں اور بہت سی حدیثوں پر مسلمان عمل کرتے چلے آئے ہیں۔ محض کسی شخص کے کسی کتاب کو ضعیف کہہ

دینے سے تو اس کی سب احادیث ضعیف نہیں ہو جاتیں۔ چنانچہ جن لوگوں نے مستدرک، ابن عساکر کی مخالفت کی ہے وہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حافظ ابن عساکر بڑے پائے کے آدمی تھے۔ امام ذہبی نے بہت سے آئمہ کے اقوال ان کی تعریف میں لکھے ہیں۔ چنانچہ سمعانی کا قول انہوں نے یہ لکھا ہے۔ سمعانی کہتے ہیں کہ ثقہ ہیں، متقی ہیں، نیک ہیں اور حافظ عبدالقادر کا قول نقل کرتے ہیں کہ میں نے ابن عساکر جیسا حدیث کا یاد رکھنے والا نہیں دیکھا۔ اپنے زمانہ میں محدثین کے امام تھے۔ مگر سب سے مقدم امر تو یہ ہے کہ ان کی روایت الفاظ قرآن کے مطابق ہے اور دوسری حدیثوں کے مخالف نہیں کیونکہ جس حدیث میں زیادتی ہو وہ مخالف نہیں کہلاتی بلکہ اس سے مضمون کی تکمیل ہوتی ہے۔ اگر زیادتی کو مخالفت قرار دیں تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ مباہلہ کا واقعہ جو دوسری احادیث میں بیان ہوا، سب غلط ہے۔ کیونکہ بخاری میں تو اس واقعہ کا صرف یہ ذکر ہے کہ دو آدمی نجران کے رسول کریم ﷺ کے پاس مباہلہ کے لئے آئے تھے لیکن بعد میں ایک کے سمجھانے پر دوسرا بھی رُک گیا اور انہوں نے رسول کریم ﷺ سے صلح کرلی۔ بخاری کی روایت میں نہ مباہلہ کے لئے رسول کریم ﷺ کے نکلنے کا ذکر ہے۔ نہ حضرت فاطمہؓ و حضرت حسنؓ حسینؓ کے ساتھ ہونے کا۔ پس اگر ترکِ ذکر شے سے عدمِ شَے مراد ہوتی ہے تو بخاری کی روایت سے دوسری روایت کی بھی تردید ہو جاتی ہے۔

نادرست شکوہ

اب ایک سوال اور رہ جاتا ہے جو یہ کہ سید صاحب کو شکوہ ہے کہ میں نے ایک حوالہ نقل کرتے ہوئے اس کے ساتھ کی روایت کیوں نقل نہیں کی۔ جس میں لکھا تھا کہ رسول کریم ﷺ حضرت علیؓ اور اپنے بچوں اور نواسوں کو لے کر نکلے اور فرمایا۔ کہ **هٰؤُلَاءِ اَهْلِیْ**۔ یہ شکوہ درست نہیں اس لئے کہ اس حوالہ سے نہ میرے استدلال کے خلاف نہ موافق اثر پڑتا تھا اس لئے میں نے اسے نقل نہیں کیا۔ اگر یہ میرے خلاف اثر انداز ہوتا یا موافق تو میں اسے نقل کرتا۔

مباہلہ مسنونہ سے پس و پیش نہیں ہونا چاہئے

میں سمجھتا ہوں کہ میں بہت بسط کے ساتھ سید صاحب کے سوالات کا جواب دے چکا ہوں اس لئے اب انہیں مباہلہ مسنونہ سے پس و پیش نہیں ہونا چاہئے۔ وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ ایک کثیر جماعت ہے پس اس جماعت میں سے پانچ سَو یا ہزار آدمی کا ساتھ لانا ان کے لئے مشکل نہیں۔ احمدی جماعت تو اہلحدیث سے کم ہے۔ پس جب میں

اپنے ساتھ آدمی لانے کو تیار ہوں تو انہیں بھی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔ آخر وہ خود مانتے ہیں کہ نجران کے لوگوں میں سے ایک شخص نہیں بلکہ ایک جماعت کو مباہلہ کے لئے بلایا گیا تھا اور جو بات ایک فریق کے لئے جائز ہو' دوسرے کے لئے بھی جائز ہونی چاہئے۔ کم سے کم ان کے اپنے بیان کے مطابق بھی یہ امر تو ثابت ہے کہ مدعیٔ نبوت نے اپنے مقابلہ پر ایک جماعت کو بلوایا۔ پس میں جو مدعیٔ نبوت کا خلیفہ ہوں مجھے بھی اجازت ہونی چاہئے کہ اپنے مقابل پر ایک جماعت کو بلواؤں۔

میں امید کرتا ہوں کہ اب سید صاحب تقاریر اور جماعت کے ساتھ ہونے کی شرطوں کے خلاف زور نہ دیں گے کیونکہ ان دونوں شرطوں سے فریقین پر کوئی ناجائز بوجھ نہیں پڑتا بلکہ مزید تشریح اور وضاحت ہو جاتی ہے۔ اور کوئی عقلی یا نقلی دلیل اس کے خلاف نہیں ہے۔ اگر وہ اس امر پر یقین رکھتے ہیں کہ وہ سچے ہیں اور احمدی جھوٹے ہیں تو تقاریر بہرحال ان کے لئے مفید ہوں گی اور بہت سے لوگوں پر حق واضح ہو جائے گا اور کئی اور لوگ شاید مباہلہ میں شامل ہونے کو تیار ہو جائیں۔ اسی طرح جماعت کی شمولیت مباہلہ کے اثر کو بڑھائے گی اور ایک جگہ کے لوگوں کے سامنے نہیں بلکہ ہندوستان کے مختلف مقامات کے سامنے مباہلہ کا اثر آ جائے گا۔ پس ایسے اعلیٰ موقع کو ہاتھ سے نہ دیں اور اپنے مریدوں کو اس ثواب کے موقع سے محروم نہ کریں۔ آخر ہماری جماعت کے لوگ بھی تو شوق سے اس مباہلہ میں شامل ہونے کو تیار ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے انہیں **فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ**[۳] کہہ کر ان سے الگ ہو جائیں۔ **وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔**

خاکسار

مرزا محمود احمد

۱۹ مارچ ۱۹۳۲ء

(الفضل ۳۱ مارچ ۱۹۳۲ء)

---

[۱] در منثور جلد ۲ صفحہ ۳۸ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت لبنان

[۲] اٰل عمران: ۶۲

[۳] تفسیر بحر المحیط جلد ۲ صفحہ ۴۷۹ مطبعۃ السعادۃ بجوار محافظ مصر

الطبعة الاولیٰ ۱۳۲۸ھ

۴ در منثور جلد ۲ صفحہ ۴۰ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت لبنان

۵ بحر المحیط جلد ۲ صفحہ ۴۷۹ مطبعة السعادة بجوار محافظ مصر الطبعة الاولیٰ ۱۳۲۸ھ۔

۶ در منثور جلد ۲ صفحہ ۶۸ مطبع دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۰ء

۷ در منثور جلد ۲ صفحہ ۶۷ تا ۶۹ مطبع دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۰ء

۸ اسماعیل بن عبد الرحمٰن السدی۔ تابعی۔ (الاعلام جلد ۱ صفحہ ۳۱۳ مطبوعہ بار سوم بیروت ۱۹۶۹ء خیر الدین الزرکلی)

۹ در منثور جلد ۲ صفحہ ۶۶ مطبع دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۰ء

۱۰ ازالہ اوہام صفحہ ۳۴۴ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۴۴

۱۱، ۱۲ مجموعہ اشتہارات جلد ۱ صفحہ ۲۱۵ ناشر الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ ۱۹۷۱ء

۱۳، ۱۴ مجموعہ اشتہارات جلد ۱ صفحہ ۴۲۶، ۴۲۷ ناشر الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ ۱۹۷۱ء آخری اشتہار ۹ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۷ جولائی ۱۸۹۳ء کو تحریر فرمایا۔

۱۵ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۲ روحانی خزائن جلد ۲۲

۱۶ اربعین نمبر ۲ صفحہ ۲۹ حاشیہ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۳۷۷ حاشیہ

۱۷ النور: ۶۲ ۱۸ اٰل عمران: ۱۷۴

۱۹

۲۰ بحر المحیط جلد ۲ صفحہ ۴۷۹ مطبعة السعادة بجوار محافظ مصر الطبعة الاولیٰ ۱۳۲۸ھ

۲۱ الاحزاب: ۳۳

۲۲ کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۸ مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن الھند ۱۹۴۵ء

۲۳ المائدۃ: ۲۵